

www.novelskiduniya.com

مصنفہ: فاطمہ احسان

نویس کی دنیا
Novels Ki Duniya

All Rights Reserved/Don't copy without any Permission

Contact us on our fb page [NOVELS KI DUNIYA](#) OR Visit Our [Website](#) | [Channel](#) | [Instagram](#)

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔۔۔

السلام علیکم احباب۔۔۔۔

”ناولز کی دنیا“ کے ناولز میں خوش آمدید۔۔۔۔

ناولز کی دنیا (NKD) کی جانب سے ناولز کو بغیر کسی غلطی کے آپ تک پہنچانے کی کوشش کی گئی۔ اگر کوئی غلطی اس میں ملتی ہے تو اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ کیونکہ ناول کو پورا پروف ریڈ کر کے ہی پبلش کیا جاتا ہے چوک ہونا محض اتفاق ہوگا۔۔

نئے اور مختلف لکھنے والوں کے لیے ”ناولز کی دنیا“ [ویب سائٹ / گروپ / پیج / یوٹیوب چینل](#) دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کر سکتے ہیں۔۔۔ اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں۔۔۔ ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے۔۔۔۔

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہو سکا آپ کی تحریر پوسٹ ہو جائے گی۔۔۔

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔۔

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- [Novels ki duniya](#)

(user name [@zoyatalib77](#))

Facebook group :- [Novels ki duniya](#)

Instagram Page :- [Nkd \(ZT\)](#) (UserName: [Novelskiduniya77](#))

[Youtube Channel: Novels Ki Dunya \(NKD\) Official](#)

(پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو) اور باقی کے رابطے کے لیے ہر پیج کے نیچے [Blue](#) الفاظ میں لکھے لفظ میں آپکو لنکس مل جائے گے شکریہ۔۔۔۔۔

قلب

از قلم: فاطمہ احسن

قسط نمبر: 2

نوریز کے دل پر عجیب سا بوجھ تھا، جیسے کسی نے اس کی روح کو گہری خاموشی میں ڈوبادیا ہو۔ باہر کا منظر حسین تھا، مگر اس کے لیے بے معنی۔ آسمان پر بادل ہلکی ہلکی چادر کی طرح پھیلے ہوئے تھے، اور سورج کی روشنی ان کے درمیان سے چھن کر زمین پر سنہری دھوپ کی مانند بکھر رہی تھی۔ ہوا میں ہلکی سی خنکی تھی، اور درختوں کے پتے مدھم سرگوشیوں میں کچھ کہہ رہے تھے۔

نوریز نے اپنی گاڑی کے دروازے کو دھیرے سے بند کیا، اور ایک لمحے کے لیے وہیں رکا رہا، جیسے وہ کچھ سوچ رہا ہو۔ اس کے لباس کی نفاست اور چہرے پر چھائے ہوئے جذبات اس کے اندر کی کشمکش کو ظاہر کر رہے تھے۔ پینٹ کوٹ میں ملبوس، وہ جلدی سے گھر کے اندر داخل ہوا۔

"کہاں ہیں امی؟" اس نے ملازمہ سے پوچھا، جو پریشانی کے عالم میں وہاں کھڑی تھی۔

"وہ صبح سے کمرے میں ہیں، سر..." ملازمہ نے دھیرے سے جواب دیا۔

"تو مجھے اب بتا رہی ہو؟" نوریز کی آواز میں بے چینی تھی۔

"پہلے کیوں نہیں بتایا؟ کیا ہوا ہے انہیں؟"

وہ تیزی سے اپنی ماں کے کمرے کی طرف بڑھا، مگر جیسے ہی اس نے قدم اٹھایا، اس کے قدم رک گئے۔

"آج دس جولائی ہے..." اس کے ذہن میں یہ تاریخ ایک تیر کی مانند چبھی۔

اس کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے غم اور یادوں کا طوفان اُبھر آیا، پھر اس نے جلدی سے اپنے قدموں کو دوبارہ حرکت دی۔

کمرے کا دروازہ اُس نے دونوں ہاتھوں سے کھولا اور اندر جاتے ہی اپنی ماں کو دیکھا، جو اپنی موونگ چیئر پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ اُن کا چہرہ باہر کے آسمان کی طرف تھا، اور اُن کی آنکھیں کسی ان دیکھی دنیا میں گم تھیں۔ کمرے میں ایک خاموشی تھی، جیسے وقت بھی یہاں رک گیا ہو۔

"امی، آپ صبح سے یہاں بیٹھی ہیں؟"

نوریز نے اپنے ماں کے پاس پہنچ کر دھیرے سے پوچھا۔ اُس نے ان کا ہاتھ پکڑا، جو سرد تھا۔

"مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ نے ناشتہ بھی نہیں کیا۔"

وہ ان کے قدموں میں بیٹھ گیا اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر بولا، "آپ جانتی ہیں، آج دس جولائی ہے"

ماں نے آہستہ سے سر ہلایا، "ہاں، جانتی ہوں... آج دس جولائی ہے۔"

"لیکن امی، آپ کے اس طرح کرنے سے کیا ہو گا؟ جو ہونا تھا، وہ تو ہو چکا ہے۔"

ناوریز کی آواز میں ایک بے بسی تھی۔

ماں نے ایک تھکی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا، "ہاں، جو ہونا تھا وہ ہو گیا، لیکن کچھ واقعات ایسے ہوتے ہیں، جن کے سحر سے انسان ساری زندگی باہر نہیں نکل پاتا۔"

"لیکن امی، وقت سب ٹھیک کر دیتا ہے۔ آپ کو اپنا خیال رکھنا چاہیے۔"

ماں کی آنکھوں میں آنسو جھلکنے لگے، اور وہ بولی۔۔۔

"تم اسے ڈھونڈتے کیوں نہیں ہو؟"

"لیکن امی، ڈھونڈنے سے کیا ہو گا؟" نوریز کی آواز میں بے بسی اور درد نمایاں تھا۔

"وہ جہاں بھی ہو گی، خوش ہو گی۔ لیکن میرے دل کو تسلی ہو جائے گی نا..." ماں نے اپنی نظریں نوریز پر مرکوز کرتے ہوئے کہا۔

"امی، آپ کو کیا لگتا ہے کہ وہ خوش نہیں ہو گی؟ وہ جہاں بھی ہو گی، خوش ہو گی۔ آپ اس کی فکر نہ کریں..." نوریز نے نرم لہجے میں تسلی دی۔

اتنے میں رضیہ بھی دروازہ کھول کر اندر آئی، اُس کے ہاتھ میں کھانے کی ٹرے تھی۔

"چلیں، کھانا بھی آگیا ہے۔ آپ فوراً کھانا کھائیں، اور پھر آپ نے دوائی بھی لینی ہے۔"

نوریز نے اپنی ماں کو اٹھنے میں مدد دی، اور وہ دونوں کھانے کی میز کی طرف بڑھنے لگے۔ کمرے کی خاموشی میں اب صرف قدموں کی دھیمی آواز اور دل کی دھڑکنوں کی گونج باقی تھی، جو ماضی کی یادوں کو پیچھے چھوڑتے ہوئے حال کی طرف بڑھ رہی تھی۔

.....

عنا یہ نے بے فکری سے قدم بڑھاتے ہوئے کہا،

"یہ امی بھی نا، حلوہ بنا کر لائی تھیں تو ٹھیک ہے، لیکن حلیمہ خالہ کے ہاتھ واپس بھیج دیا۔ کیا ضروری تھا مجھے ہی بھیجنا؟"

اب مجھے اُن سے ملنا پڑے گا۔

وہ اپنے خیالوں میں مگن قرۃ العین کے دروازے پر دستک دیتے ہوئے اپنے چہرے پر خوشی کے تاثرات لانے کی کوشش کرنے لگی۔

"السلام علیکم، سمینہ آنٹی! " دروازہ کھلتے ہی اُس نے خوش اخلاقی سے کہا۔

"میں یہ برتن واپس کرنے آئی تھی، قرۃ العین کو میری طرف سے شکریہ کہہ دیجئے گا۔"

سمینہ آنٹی نے مسکرا کر کہا،

"بیٹا، تھوڑی دیر رکو، اس کے پاس بیٹھو۔ وہ اندر ہی بیٹھی ہے۔"

عنایہ کے دل میں ایک لمحے کے لیے جھجک ہوئی، لیکن پھر وہ دل پر جبر کرتے ہوئے اندر جانے کے لیے تیار ہو گئی۔
سمینہ آنٹی نے کمرے کی طرف اشارہ کیا، "ہاں بیٹا، تم اندر چلی جاؤ، قرۃ العین اندر ہی ہوگی۔ وہ تمہیں دیکھ کر خوش ہوگی۔"

عنایہ نے اپنے بال پیچھے ہٹاتے ہوئے کمرے کی طرف قدم بڑھایا۔ جیسے ہی وہ اندر داخل ہوئی، اُس کی نظر صوفے کے پاس جھکی ہوئی قرۃ العین پر پڑی، جو نماز پڑھ رہی تھی۔ سامنے والی ٹیبل پر قرآن پاک کھلا ہوا تھا، اور کمرہ ایک پاکیزہ سکون سے بھرپور محسوس ہو رہا تھا۔

عنایہ حیرت سے صوفے پر بیٹھ گئی،۔۔۔

"یہ تو نماز پڑھ رہی ہے، میں اس کے کمرے میں آگئی ہوں" اُس نے دل ہی دل میں سوچا۔

کمرے کی سادگی اور صفائی نے عنایہ کو متاثر کیا۔ ہر چیز اپنی جگہ پر رکھی ہوئی تھی۔ قرۃ العین کی چہرے پر اطمینان اور سکون تھا، جیسے دنیا کی تمام مشکلات اُس کے پاس آکر ہار مان لیتی ہوں۔

عنایہ نے سوچا، "اس کی زندگی کتنی مشکل ہے، اتنی ٹف لائف میں بھی اس کے چہرے پر اتنی خوشی اور سکون کیسے ہے؟"

وہ قرۃ العین کو غور سے دیکھنے لگی، یہاں تک کہ اسے خود بھی احساس نہ ہوا کہ وہ کتنی دیر سے دیکھ رہی ہے۔

نماز ختم کرتے ہی قرۃ العین نے سلام پھیرا اور عنایہ کی طرف مسکرا کر دیکھا۔

"السلام علیکم"

عناہ جیسے کسی گہری سوچ سے باہر نکلی ہو، فوراً جواب دیا، "وعلیکم السلام!" وہ جھجھکتے ہوئے صوفے سے کھڑی ہوئی اور جلدی سے بولی۔

"تم نے حلوہ بھیجا تھا، تمہارا بہت شکریہ۔ میں تمہیں شکریہ کہنے کے لیے آئی تھی۔"

قرة العين نے نرمی سے کہا، "تھوڑی دیر تو بیٹھو میرے پاس، میں ابھی آرہی ہوں۔"

عناہ نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا،

"نہیں، تم آرام سے نماز پڑھو۔ میں تو صرف شکریہ کہنے آئی تھی۔" یہ کہہ کر وہ جلدی سے کمرے سے باہر نکل گئی، جیسے وہاں مزید رکنا اس کے لیے ممکن نہ ہو۔

گھر پہنچنے پر اس کی والدہ نے پوچھا، "بیٹا، برتن دے آئیں؟"

"جی امی،"

"لگتا ہے بیٹھ کر بھی آئی ہو اس کے ساتھ، اس لیے دیر ہو گئی ہے؟ شکر ہے، تم میری باتیں سمجھنے لگ گئی ہو۔" والدہ نے خوشی سے کہا۔

"جی امی، میں بیٹھ کر آئی ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ جو لوگ اچھے سے پیش آئیں، ان سے اچھا اخلاق رکھنا چاہیے۔"

"اور اگر کوئی شخص اچھے سے پیش نہ آئے تو بھی کوشش کرنا چاہیے کہ ان سے بھی اچھے سے بات کی جائے کیونکہ انہیں اس کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔"

"جی امی،" عنایہ نے بے فکری سے جواب دیا، جیسے وہ والدہ کی نصیحتوں کو سنتی تو ہے، مگر ان پر زیادہ غور نہیں کرتی۔

پھر والدہ نے پوچھا، "اچھا بیٹا، تم نے کون سے کالج میں جانے کا سوچا ہے؟ اب تو تمہارا رزلٹ بھی آچکا ہے اور کالج کے ایڈمیشنز بھی کھل گئے ہیں۔"

تم نے آگے کیا پڑھنا ہے؟ میڈیکل، پری انجینئرنگ، یا کچھ اور؟"

عنایہ نے بے دھیانی سے کہا، "میڈیکل کر لوں گی، انجینئرنگ میں دل نہیں لگتا۔ میٹرک میں بھی بائیورکھی تھی، تو اب بھی یہی پڑھ لوں گی۔"

والدہ نے نرمی سے سمجھایا، "بیٹا، میڈیکل کی پڑھائی بہت مشکل ہوتی ہے، اگر دل نہ ہو تو۔۔۔"

عنایہ کا ذہن جیسے قرۃ العین کے گھر میں ہی اٹکا ہوا تھا، وہ لاشعوری طور پر اُس کے بارے میں سوچتی رہی۔ پھر وہ اپنے کمرے میں چلی گئی اور سادیہ کو فون کیا۔

"ہاں، پھر تم نے کیا سوچا آگے کرنے کا؟ میری امی مجھ سے پوچھ رہی تھیں کہ کہاں ایڈمیشن لینا ہے۔"

سادیہ نے جواب دیا، "یار، میرے گھر والے تو سب مجھے کہہ رہے ہیں کہ میڈیکل ہی پڑھو۔ میں نے بہت کہا ہے، لیکن تمہارے گھر میں کیا حساب ہے؟"

عنایہ نے کہا، "نہیں، میرے گھر والے مجھ پر دباؤ تو نہیں ڈال رہے، بس کہہ رہے ہیں کہ جو تم کرنا چاہتی ہو، وہی پڑھ لو۔ پھر پری میڈیکل ہی کر لیتے ہیں۔"

"اللہ، وہاں پڑھنا ہے نہ یہاں، ایک ہی بات ہے۔" سادیہ ہنستے ہوئے بولی۔

عنایہ نے بھی رسمی طور پر ہنسنا شروع کر دیا، مگر اُس کا دل اندر سے بالکل نہیں کر رہا تھا۔ اس نے سادیہ سے باقی دوستوں کے بارے میں بھی بات کی اور کہا،

"پھر ہم سوچتے ہیں کہ ہم نے کیا کرنا ہے۔ جلدی سے ایڈیشنز کھلنے والے ہیں، ہمیں بھی جلدی اپنا کام کروا کر ختم کرنا ہے۔"

عنایہ کی والدہ دسترخوان پر مصروف تھیں، جب انہوں نے حلیمہ بی کو آواز دی،

"حلیمہ بی، ذرا عنایہ کو بلا کر لائیں۔ رات کے کھانے کے لیے اس سے پوچھنا ہے کہ کیا کھائے گی۔"

حلیمہ بی فوراً عنایہ کے کمرے کی طرف لپکیں۔ دالان کے کچے فرش پر ان کے قدموں کی آہٹ گونج رہی تھی۔ انہوں نے عنایہ کے کمرے کا دروازہ کھولا تو دیکھا کہ عنایہ اپنے کمرے میں چیزیں الٹ پلٹ کر رہی تھی۔

"عنایہ بیٹا! اتنا گند کیوں مچایا ہوا ہے؟ کیا ڈھونڈ رہی ہو؟"

عنایہ نے اُلجھے ہوئے لہجے میں جواب دیا،

"حلیمہ بی، میں اپنے ڈاکو منٹس ڈھونڈ رہی ہوں، جو ایڈیشن کے لیے چاہئیں، لیکن مل نہیں رہے۔"

حلیمہ بی نے مشورہ دیا، "ایسا کرو، سٹور روم میں جا کر دیکھو، وہاں شاید رکھ دیے ہوں۔"

"امی نے وہاں رکھے ہوں گے؟ میں دیکھتی ہوں۔"

عنایہ نے جواب دیا اور فوراً سٹور روم کی طرف چل پڑی۔

سٹور روم گھر کے پیچھے والے حصے میں واقع تھا، جہاں گزرنے کے لیے دالان سے ہوتے ہوئے چھوٹے سے آنگن سے گزرنے پڑتا تھا۔ آنگن کے بعد بیٹھک کے بائیں جانب واقع اس پرانے کمرے میں برسوں سے گرد جمی ہوئی تھی۔

عنایہ نے سٹور روم کا دروازہ کھولتے ہی حیرت سے کہا، "اتنا گندہ یہاں! لگتا ہے کوئی سالوں سے یہاں آیا ہی نہیں۔"

اس کی نظر اچانک اوپر کے شلف پر رکھے ایک بڑے سوٹ کیس پر پڑی۔

"یہ اتنی اوپر کیوں رکھا ہوا ہے؟ اس میں کیا ہو سکتا ہے؟" عنایہ نے سوچا۔ اس نے پاس پڑی ایک کرسی کو کھینچ کر سوٹ کیس اتارنے کی کوشش کی۔ جب اس نے سوٹ کیس اتارا تو اس پر جمی گرد اڑ کر عنایہ کے چہرے پر گری۔ "اتنی مٹی! امی میرے ڈاکو منٹس یہاں کیوں رکھیں گی؟" عنایہ نے اپنے آپ سے کہا اور سوٹ کیس کھولنا شروع کیا۔

ادھر، حلیمہ بی باورچی خانے میں جا کر صفائی میں مصروف ہو گئیں اور عنایہ کی والدہ نے انہیں دیکھا تو پوچھا، "عنایہ کہاں ہے؟"

"بیگم صاحبہ، میں نے اسے سٹور روم میں بھیجا تھا۔ اس کے ڈاکو منٹس نہیں مل رہے تھے۔"

"سٹور روم؟" عنایہ کی والدہ نے حیرت سے کہا، "آپ نے اسے سٹور روم میں کیوں بھیج دیا؟"

آپ کو پتہ ہے وہاں کتنا گندہ ہے۔۔۔"

انایہ سٹور روم میں سوٹ کیس کی زپ کھول رہی تھی کہ اس میں اچانک کچھ پرانی تصویریں نظر آئیں۔

"یہ تصویریں کس کی ہیں؟" عنایہ نے حیرت سے سوچا۔

اسی وقت عنایہ کی والدہ سٹور روم میں داخل ہوئیں اور غصے میں بولیں، "عنایہ، تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"

"امی، یہ دیکھیں! یہ تصویریں کس کی ہیں؟" عنایہ نے سوال کیا۔

"چلو، باہر چلو۔ تمہیں پتہ ہے نایہاں کتنی مٹی ہے۔ تمہاری طبیعت خراب نہ ہو جائے، اور تمہیں اگلے دن کالج بھی

جانا ہے۔" ان کی والدہ نے جلدی سے سوٹ کیس کی زپ بند کرتے ہوئے کہا۔

عنایہ نے حیرانی سے کہا،

"مگر امی، یہ تصویریں کس کی تھیں؟"

"پتہ نہیں، یہ پرانی چیزیں ہیں۔ سالوں کا سامان ہے، کسی نے رکھ دی ہوں گی۔ تم کھانے میں کیا کھاؤ گی؟"

انہوں نے بات کا رخ موڑتے ہوئے پوچھا۔

"جو مرضی بنالیں، امی، میں کھالوں گی۔" عنایہ نے بے دھیانی سے جواب دیا۔

رات کو کھانے کے دوران، عنایہ دسترخوان پر بیٹھی اپنی امی کو غور سے دیکھ رہی تھی۔ اچانک وہ بولی،

"امی، آپ نے بتایا نہیں، وہ تصویریں کس کی تھیں؟"

عنایہ کی والدہ نے بات کاٹ کر کہا، "ہاں، تو تم نے کہاں ایڈمیشن لینا ہے؟"

عنایہ کو سمجھ نہیں آیا کہ ان کی امی نے بات کیوں بدلی، لیکن وہ خاموش رہی۔

"ہاں، آپ نے ایڈمیشن کی بات کی؟"

عنایہ کے والد نے بات چھیڑی، "میں کل تمہاری فیس جمع کروانے جاؤں گا۔ لاہور کالج میں تمہارا نام آگیا ہے۔"

"یہ تو اچھی بات ہے"، عنایہ نے پلیٹ میں چاول ڈالتے ہوئے کہا۔

ان کی والدہ نے جیسے سکون کا سانس لیا اور پھر سب کھانے میں مصروف ہو گئے۔

عنایہ رات کو سونے کے لیے اپنے کمرے کی طرف جا رہی تھی کہ اچانک اس کو یاد آیا،

"اوہ! میرے ڈاکو منٹس!" وہ رک گئی اور پریشانی سے سوچنے لگی،۔۔۔

"میرے ذہن سے ہی نکل گئے۔ میں نے تو وہ ڈھونڈنا تھا۔ کل ابانے فیس جمع کروانے جانا ہے، اور انہیں یہ

ڈاکو منٹس چاہیے ہوں گے۔"

یہ سوچتے ہوئے، وہ اپنے والدین کے کمرے کی طرف چل پڑی۔ گھر کے قدیم طرز پر بنے ہوئے دالان سے گزرتے ہوئے اس کے قدموں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ دالان کے آخر میں، بیٹھک کے ساتھ ہی اس کے والدین کا کمرہ تھا۔

عنایہ دروازہ کھولنے ہی والی تھی کہ اس نے اپنے والدین کی باتوں کی آواز سنی۔

"آپ کو نہیں لگتا کہ ابھی عنایہ بہت چھوٹی ہے اس بات کے لیے؟"

اس کے والد نے دھیرے سے کہا، "ہاں، وہ چھوٹی ہے، لیکن وہ اتنی بڑی تو ہو گئی ہے کہ اس بات کو سمجھ سکے۔"

عنایہ حیرانی میں رک گئی۔

"کس بات کو؟"

کیا میرے ماں باپ میری شادی کی بات کر رہے ہیں؟

نہیں، نہیں، میں تو ابھی کالج میں داخلہ لے رہی ہوں، میری شادی کیسے ہو سکتی ہے؟

اس کی ماں نے فکر مندی سے کہا، "مجھے لگتا ہے کہ ابھی عنایہ چھوٹی ہے تھوڑی دیر اور انتظار کرتے ہیں۔"

عنایہ کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اس نے فوراً دروازہ کھول دیا اور اندر قدم رکھا۔

اس کے والد نے گھبراتے ہوئے پوچھا، "عنایہ، کیا بات ہے بیٹا؟"

عنایہ نے ہچکچاتے ہوئے کہا، "میں ڈاکو منٹس کا پوچھنے آئی تھی۔ امی، آپ کے پاس ہیں؟ کل ابانے فیس جمع کروانے جانا ہے۔"

اس کی ماں نے جواب دیا، "ہاں، میں نے تمہارے ابا کو دے دیے ہیں۔"

"اچھا، ٹھیک ہے۔" عنایہ نے پراسرار نظروں سے اپنے والدین کو دیکھا، لیکن کوئی اور بات کیے بغیر اپنے کمرے کی طرف واپس چل دی۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر، جو گھر کے پچھلے حصے میں واقع تھا، جہاں سے آنگن کا نظارہ کیا جاسکتا تھا، عنایہ سونے کے لیے لیٹ گئی۔ اس نے اپنے بالوں کی چوٹیاں بناتے ہوئے سوچا،

"آج کا دن کتنا عجیب تھا۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آیا کہ میرے ساتھ کیا ہوا ہے۔"

وہ اپنے جوتے اتارتے ہوئے، چادر اوڑھتے ہوئے، خود کو سمجھانے کی کوشش کرنے لگی،

"کیا ابامیری شادی کی بات کر رہے تھے؟ ایسا تھوڑی ہو سکتا ہے۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو وہ مجھے کالج میں داخلہ کیوں دلواتے؟

ویسے بھی، اماں کو تو بہت شوق ہے کہ وہ مجھے پڑھائیں۔ پھر یہ کس بات کی بات ہو رہی تھی؟ شاید میں زیادہ سوچ رہی ہوں۔"

یہ خیالات ذہن میں گردش کرتے کرتے، عنایہ گہری نیند کی آغوش میں چلی گئی

.....

"چلیں امی، اب آپ اپنا خیال رکھنا، میں اب آفیس کے لیے نکلتا ہوں۔ شام میں آؤں گا۔"

اس کی امی نے اس کو الوداعی کلمات کہے اور وہ گاڑی میں بیٹھ گیا۔ گاڑی سٹارٹ کی اور اے سی آن کیا۔ گاڑی چلاتے چلاتے وہ سوچوں میں گم ہو گیا،

"ٹھیک ہے، اس کو ڈھونڈنا چاہیے یا نہیں؟ اگر میں نے اس کو ڈھونڈ بھی لیا، تو پھر کیا کروں گا؟

اگر اس کو حقیقت معلوم نہ ہوئی تو؟"

یہ سب سوچتے سوچتے وہ ایک ٹریفک سگنل پر رکا۔ لال بتی دیکھ کر ایک مانگنے والا آیا،

"صاحب، یہ گجرے لے لیں۔"

اس نے مسکرا کر کہا، "میں کس کے لیے لوں؟"

میرے پاس کوئی نہیں ہے جس کے لیے میں یہ لوں۔" یہ کہہ کر اس نے مانگنے والے کو پیسے پکڑا دیے اور شیشہ بند کر دیا اور کسی گہری یاد کی زد میں آ گیا۔

جب وہ آفیس پہنچا تو گارڈ نے اعزاز کے ساتھ دروازہ کھولا۔ اندر داخل ہو کر جا کر بیٹھ گیا، اس نے دونوں ہاتھ اپنے منہ پر رکھے اور تھوڑی تھکن کا اظہار کیا۔ پھر اس نے مارتھا کو فون کیا اور کہا،

"میرے لیے کافی بھجوا دیں۔"

مارتھا نے جواب دیا، "جی سر، تھوڑی دیر بعد۔"

اس کے لیے کافی لے کر آئے۔ انہوں نے وہ کافی پی اور شیشے کی عمارت کی کھڑکی سے باہر کا منظر دیکھنا شروع کیا۔ اس کی نظر باہر ایک آدمی پر پڑی جو اپنی بیٹی کو کسی پاس والی دکان سے کھلونے لے کر دے رہا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ جیسے کسی یاد کے دلدل میں کھو گیا ہو، اور اس نے دائرے میں بولا،

"آئی مس یو، ابا!" یہ کہہ کر وہ ایک دم سے اپنی یادوں سے باہر آیا اور اب کافی کپ لے کر اپنے میز پر واپس بیٹھ گیا۔ پھر لیپ ٹاپ کھول کر ٹائپنگ میں مصروف ہو گیا۔

اتنی دیر میں مارتھا دوبارہ کمرے میں داخل ہوئی اور کہا،

"سر، ایک امپورٹنٹ کمپنی ہے جو ہمارے ساتھ کوئی ڈیل سائن کرنا چاہتی ہے۔"

اس نے کہا، "میں کیا کروں اس بارے میں؟ ہمیں اپنے سٹاف سے ڈسکس کرنا ہو گا، تو میں ایسا کرو، کوئی پراپر ٹائم دیکھ کر میٹنگ اریج کر لو۔"

"جی سر،" مارتھا نے جواب دیا۔ لیکن اس کا دھیان بار بار اپنی ماں کی باتوں کی طرف آ رہا تھا۔

صبح ناشتے کی میز پر، عنایہ اور اس کے ابا ڈاننگ ٹیبل پر بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے، کہ سامنے باورچی خانے سے حلیمہ بھی گرم گرم پراٹھے لا کر رکھ رہی تھی۔ عنایہ کی ماں نے اس کے ابا سے مخاطب ہو کر کہا،

"عزیز صاحب، آج آپ عنایہ کی فیس جمع کروادیں گے نا؟" انہوں نے کہا،

"ہاں، میں نے سوچا تھا، مگر آج میری ایک امپورٹنٹ ایگریمنٹ کے بارے میں اپنی سٹاف سے ڈسکشن کرنی ہے، یہ بہت اچھا موقع ہے۔ اگر مجھے ٹائم ملا تو میں آجاؤں گا، ورنہ ہمارے پاس ابھی دن ہے، ہم کل بھی کرادیں گے۔"

یہ کہہ کر عظیم صاحب نے ناشتہ مکمل کیا اور آفیس کی طرف روانہ ہو گئے۔

عنایہ بیٹھی اپنی ماں کو سوالی نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے وہ کسی بات کے متعلق ان سے پوچھنا چاہتی ہو۔ عنایہ کی ماں جو کہ بخوبی اس بات سے واقف تھیں کہ وہ ان سے کیا پوچھنا چاہتی ہیں، مگر ان کے پاس اس وقت کوئی جواب نہیں تھا، تو وہ باتوں کو بدلنے کے لیے کوئی اور موضوع لانا چاہ رہی تھیں۔

اس نے اپنی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے سوالی نظروں سے کہا،

"امی، وہ کل جو؟" اس کی ماں نے بات کاٹتے ہوئے کہا،

"بیٹا، تمہیں تو بتا ہے، یہ گھر میں ہم کتنی دیر سے رہ رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے تمہارے ابا کے کوئی رشتہ دار ہوں، تو اس بارے میں اتنا کیوں سوچ رہی ہو؟"

عنایہ کا دل چاہا کہ وہ کل رات اس بارے میں پوچھے کہ کون سی ایسی بات ہے جس کے لیے وہ بہت چھوٹی ہے۔ مگر اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ کہیں ابا کو نہ لگے کہ میں ان کی باتیں باہر کھڑے ہو کر سنتی رہتی ہوں، تو اس نے چپ رہنے کا ارادہ کیا۔

.....

"کیا نام لیا ہے آپ نے کمپنی کا؟" عظیم صاحب نے متوجہ ہو کر ظہور خانم سے پوچھا۔

"جی سر، نوریز گروپ آف انڈسٹریز۔"

یہ نام سن کے وہ جیسے کسی صدمے میں ہی چلے گئے اور سوچ میں پڑ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ظہور خانم کمرے میں داخل ہوئے اور کہا، "میٹنگ اریج کر لی۔ آج تین بجے ہم لوگ میٹنگ کریں گے۔"

"رہنے دو، میں یہ ایگریمنٹ سائن نہیں کر رہا، ہم کسی اور کمپنی کے ساتھ ڈیل کر لیں گے۔"

"مگر صاحب، یہ کمپنی بہت بڑی ہے اور یہ موقع بہت بڑا ہے۔ ہمیں بہت فائدہ ہو گا اگر ہم اس کمپنی کے ساتھ کام کریں گے۔"

"میں نے تم سے کہہ دیا ہے کہ میں یہ ایگریمنٹ سائن نہیں کرنا چاہتا۔"

ظہور خانم سوال پوچھنا چاہ رہے تھے، مگر انہوں نے خاموشی اختیار کی۔

"جی صاحب، میں باقیوں کو آگاہ کر دیتا ہوں کہ ہم کوئی میٹنگ سائن نہیں کر رہے۔"

بلڈنگ کے کونے پر فرید نے خانم کو متوجہ کرتے ہوئے کہا،

"یہ صاحب کو کیا ہوا ہے؟ کل سے ہمیں کہہ رہے ہیں کہ ہم اس میٹنگ کی تیاری کر رہے ہیں، اور جب وقت آیا تو

کہہ رہے ہیں ایگریمنٹ سائن نہیں کرنا۔"

خانم کہنے لگے،

"پتہ نہیں، اب میں ان سے وجہ پوچھنے سے رہا۔"

"ہاں، تم ٹھیک کہتے ہو۔" اتنی دیر میں تین چار لوگ مزید آکر اس گفتگو میں شامل ہو گئے کہ اچانک عزیز صاحب اپنے شاندار کمرے سے نکلتے ہوئے سب کو غصے والی نظر ڈالی۔ وہ سب اپنے اپنے کام میں مشغول ہو گئے، اور پھر عزیز صاحب باہر چلے گئے۔

فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ "عنایہ، دیکھو کس کا فون ہے۔"

"جی، امی!"

"ہیلو، جی ابا!"

"میں آرہا ہوں۔ تمہارا ایڈ مشن کروانا ہے، اپنے ڈاکو منٹس لے کر تیار ہو جاؤ۔"

"جی ابا"

"کون ہے عنایہ؟"

"ابا، وہ کہہ رہے تھے اپنے ڈاکو منٹس لے لو۔ ایڈ مشن کروانے کے لیے جارہے ہیں۔"

"انہوں نے تو کہا تھا کہ ان کی کوئی میٹنگ ہے۔ پتہ نہیں کیا، شاید کینسل ہو گئی ہو۔"

"میں تیار ہونے جارہی ہوں۔۔۔"

"چلو ٹھیک ہے۔"

عناہ نے گرین کلر کی شلوار قمیض پہنی اور اپنے بالوں کو سمیٹ لیا، اور انگوٹھی پہن لی جو وہ ہمیشہ پہنتی تھی۔ پھر اپنے ڈاکو منٹس کی تیاری کرتے ہوئے، اس نے اپنی سوچ کو جھٹکایا اور خوشی سے فون پکڑا، اپنے دوستوں کو میسج دیا کہ

"میں فیس جمع کروانے جا رہی ہوں، تم لوگ بھی جلد از جلد اپنی سیٹ سیکیور کرو!"

پھر وہ نیچے کمرے سے نکلتے ہوئے باہر جا کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے ابا نے گاڑی سٹارٹ کی، اور وہ فرنٹ سیٹ پر اپنے ابا کے ساتھ جا کر بیٹھ گئی۔

"بیٹا، تمہیں پتہ ہے نامیڈیکل کی پڑھائی تھوڑی مشکل ہوتی ہے؟"

"جی" اس نے اپنی سوچ میں گم رہتے ہوئے، پھر اس کے ابا نے اسے دوبارہ متوجہ کیا،

"آگے کا کیا ارادہ ہے؟ ڈاکٹر بنو گی؟"

"نہیں ابا، امی کو تو نہیں کہتی، لیکن آپ کو پتہ ہے کہ مجھے پڑھائی کا بالکل شوق نہیں۔ ڈاکٹر بننے کے لیے تو بہت پڑھنا پڑتا ہے۔ میں زندگی کو تھوڑا انجوائے کرنا چاہتی ہوں، اس کالج لائف میں انجوائے کرنا چاہتی ہوں۔"

اس کے بعد اس نے کہا، "ہاں بیٹا، جو تمہارا دل کرتا ہے، تم اسی طرح کرنا۔"

☆☆☆☆

"تم اسے ڈھونڈو تم اسے ڈھونڈتے کیوں نہیں؟"

نوریز کے ذہن میں باتیں گردش کر رہی تھیں۔ اس نے ان باتوں سے نکلنے کے لیے مارتھا کو فون کیا۔

"مارتھا، جو میٹنگ اریج کرنی تھی، وہ ابھی اریج کر لو۔ کانفرنس میں میٹنگ اریج کروں "

"سر، وہ جس کمپنی کے ساتھ میٹنگ تھی، انہوں نے ایگریمنٹ سینڈ کر دیا ہے۔ وہ اب ہمارے ساتھ کوئی ڈیل نہیں کرنا چاہتے۔"

"واٹ؟ سٹریج۔" اس نے کہہ کر فون بند کر دیا۔

خاموشی اس کو کھا رہی تھی۔ اچانک، اس نے چیئر گھما کر شیشے کی کھڑکی سے باہر دوبارہ دیکھنا شروع کر دیا۔ دفتر کی عمارت بلند و بالا تھی، جس کی بیرونی دیواریں مکمل طور پر شیشے کی بنی ہوئی تھیں۔ شفاف شیشے کی دیواروں سے باہر کا منظر صاف نظر آ رہا تھا۔ دور تک پھیلا ہوا شہر، دھندلائی روشنیوں کا سمندر، اور نیچے سڑکوں پر گزرتی گاڑیوں کی لمبی قطاریں، سب کچھ نظر آ رہا تھا۔ دفتر کے اندر بھی، ہر چیز ترتیب سے سچی ہوئی تھی۔

ایک بڑا سا گلاس ڈیسک، جس پر چند فائلیں اور ایک لیپ ٹاپ رکھا ہوا تھا۔ دیواروں پر کچھ آرٹ ورک اور بڑی بڑی کھڑکیاں، جن سے روشنی کا سیلاب اندر آ رہا تھا۔ ہر چیز اپنی جگہ پر مکمل تھی، مگر اس کے باوجود ایک عجیب سی خاموشی تھی جو نوریز کو کھا رہی تھی۔

اچانک دروازہ کھلا، اور نوریز نے حیرانی سے پیچھے مڑ کر دیکھا کہ کون ہے جو بلا اجازت داخل ہو گیا ہے۔

"ہارون!" اس نے حیران ہو کر کہا، اور اس کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ پڑی، جو فوراً غائب ہو گئی۔

وہ اپنی کرسی سے کھڑا ہوا اور ہارون کی طرف بڑھا۔

"یار، تم تو بہت مصروف آدمی ہو گئے ہو، اپنے دوست کو ہی بھول گئے ہو!" ہارون نے مسکراتے ہوئے کہا۔

نوریز نے جواب دیا، "یار، کمپنی سنبھالنا شروع کی ہے تو بڑی رہتا ہوں۔"

"مجھے پتہ ہے، تم اپنے خیالات سے بھاگنے کے لیے خود کو بڑی رکھتے ہو، مگر یہ کوئی حل نہیں ہے۔"

یہ باتیں کرتے کرتے دونوں اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"اور بتاؤ، تمہارے لیے کچھ ہے؟ کافی آرڈر کروں؟"

"کچھ نہیں بس بات کرنے آیا ہوں۔"

"کس حوالے سے بات؟"

"کچھ نہیں، بس تمہارا حال دیکھنے آیا ہوں۔"

نوریز نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا،

"یار، میں بس بڑی رہتا ہوں۔"

"مجھے پتہ ہے تم کیوں بڑی رہتے ہو۔ تم ابھی تک وہ باتیں نہیں بھولے نا؟" ہارون نے پوچھا۔

نوریز خاموش ہو گیا اور اس کی آنکھوں میں غور سے دیکھنے لگا۔

"تم بھولے نہیں ہو، یا بھولنا نہیں چاہتے؟"

نوریز نے آہستہ سے جواب دیا،

"کیا تم یہاں مجھے دوبارہ ان باتوں کی یاد دلانے آئے ہو؟"

ہارون نے چہرے پر پریشانی کے تاثرات لاتے ہوئے کہا، "نہیں، چلو ٹھیک ہے، جیسے تمہیں ٹھیک لگے۔ آرڈر کرو کافی۔"

نوریز نے ہارون کی طرف دیکھا اور کافی آرڈر کرنے کے لیے بٹن دبا دیا۔

کالج بڑا اور وسیع تھا، جیسے علم کی دنیا کا ایک الگ ہی دیار ہو۔ کالج کے مرکزی دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی ایک بڑا سا گراؤنڈ نظر آتا تھا، جس کی ہریالی آنکھوں کو تازگی بخشی تھی۔ گراؤنڈ کے ایک طرف قد آور درختوں کی قطار تھی، جن کے سائے میں طلبہ بیٹھ کر کتابیں پڑھتے نظر آرہے تھے۔ گراؤنڈ کے آگے، سیڑھیاں چڑھ کر ایک شاندار عمارت سامنے آتی تھی، جس کے ماتھے پر کالج کا نام سنہری حروف میں چمک رہا تھا۔ یہ عمارت دفتر تھی، جہاں انتظامیہ کے امور انجام پاتے تھے۔

سیڑھیوں کے دائیں بائیں، مختلف پوزیشن ہولڈر طلبہ کے بنر لگے ہوئے تھے، جن میں ہر ایک کے چہرے پر کامیابی کی مسکراہٹ جھلک رہی تھی۔ وہ ان بینرز کو غور سے دیکھ رہی تھی، ہر چہرہ اس کے لیے ایک ترغیب بن رہا تھا۔ اس کے والد، جو دوسرے معاملات دیکھنے میں مصروف تھے، داخلہ فیس جمع کروا کر واپس آئے تو عنایہ نے کہا، "ابا، یہ کالج تو بہت بڑا ہے۔" اس کی آواز میں ایک خوشی کی جھلک تھی، جو اس کی نئی زندگی کے آغاز کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔

والد نے مسکرا کر جواب دیا، "بیٹا، تم خوب دل لگا کر پڑھنا۔" ان کے لہجے میں امید اور دعا کا رنگ نمایاں تھا۔ اچانک فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس کے والد نے فون اٹھایا۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد ان کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔

"کیا؟ کب سے؟ میں آرہا ہوں، کیا ہوا؟" ان کی آواز میں بے چینی تھی۔

"تمہاری اماں؟"

"سب خیریت؟"

"حلیمہ بتا رہی ہے کہ تمہاری اماں کے سر میں بہت درد ہو رہا ہے، انہیں ہسپتال لے جاؤ۔"

یہ سن کر عنایہ کے والد پریشانی میں فوراً گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ کالج کی وسیع دنیا میں جہاں ایک طرف عنایہ کے دل میں نئے خوابوں کے پر لگنے کی امید تھی، وہیں دوسری طرف ایک اچانک پیش آنے والے مسئلے نے ان کے والد کو مضطرب کر دیا۔

کالج کا ہر ابھر امنظر، بلند و بالا عمارتیں، اور روشن مستقبل کے خوابوں کے بیچ، ایک اچانک اضطراب کی لہر نے ماحول کو بدل دیا۔

☆☆☆

ہارون نے دوبارہ اس کو کچھ کہنے کی ٹھانی۔ اس کی آنکھوں میں عزم کی چمک تھی، مگر اسی لمحے نوریز کا فون بج اٹھا۔

ہارون نے ایک لمحے کے لیے سوچا، پھر فوراً ہی نوریز کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس نے فون اٹھاتے ہی کہا،

"ہیلو۔" فون کے دوسری طرف جو آواز تھی، اس نے نوریز کو سن کر فوراً پریشان کر دیا۔ وہ اپنی کرسی سے اٹھ کر

تیز تیز قدم بڑھانے لگا، جیسے کوئی خطرہ سر پر آگیا ہو۔

ہارون نے بھی فوراً اس کے پیچھے اٹھ کر جانے کی کوشش کی۔

"ارے بھائی، بتا تو کیا ہوا ہے؟ سب ٹھیک ہے؟" اس نے بھاگتے ہوئے کہا، اور ساتھ ہی اس کی نگاہیں نوریز کے چہرے پر مرکوز تھیں، جو پریشانی سے بھرا ہوا تھا۔

"گھر سے فون آیا تھا، مجھے جانا پڑے گا!" نوریز نے بے چینی سے جواب دیا، جیسے اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئی ہوں۔ ہارون کی آنکھوں میں تشویش کی جھلک تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اس لمحے کا کیا مطلب ہے۔

"میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں،" ہارون نے کہا، اپنی آواز میں عزم بھرتے ہوئے۔

"کوئی مدد کی ضرورت ہو تو بتانا۔" اس نے اپنے قدموں کی رفتار بڑھائی۔۔۔۔۔

☆☆☆☆

"ارے کچھ نہیں، بیٹھنا۔ ڈاکٹر نے کہا ہے بس آرام کروں، زندہ کام کرنے کی وجہ سے میرے سر میں درد ہونے لگا تھا۔"

"امی، آپ بھی کیا کرتی ہیں؟ گھر میں حلیمہ بھی ہوتی ہیں نا، وہ آپ کے ساتھ کام کرواتی ہے، لیکن آپ سارا کام خود کرتی ہیں۔" عنایہ نے نرمی سے سرگوشی کی۔

"آئندہ دھیان رکھوں گی،" اس کی والدہ نے جواب دیا۔

اسی لمحے عنایہ کے والد، عظیم صاحب نے کہا،

"بالکل! تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ آپ بالکل بھی اتنا دھیان نہیں رکھتیں اپنے آپ کو، اتنا مصروف کر لیتی ہیں۔"

ہسپتال بہت بڑا تھا، جیسے ایک چھوٹی دنیا ہو، جہاں ہر طرف دوائیں، ڈاکٹرز، اور نرسیں لوگوں کی زندگیوں کے لیے کوشاں تھیں۔ ہسپتال کی عمارت جدید طرز پر تعمیر کی گئی تھی، اور اس کی شیشے کی دیواریں باہر کی روشنی کو اندر لانے کا کام کر رہی تھیں۔ مختلف وارڈز کے دروازے آہستہ آہستہ کھلتے اور بند ہوتے نظر آ رہے تھے، اور ہر دروازے کے پیچھے ایک نئی کہانی تھی۔

عنایہ کی ماں ایک وارڈ میں تھیں، جہاں ان کے ہاتھ میں ڈرپ لگی ہوئی تھی۔ نرس نے آکر کہا،
 "آپ تھوڑی دیر باہر چلے جائیں، آپ میں سے کوئی ایک باہر چلا جائے، دو لوگ اکٹھے نہ آئیں۔"
 "میں باہر جاتی ہوں" عنایہ نے کہا

اور باہر آکر ایک کونے میں بیٹھ گئی۔ جلدی جلدی میں وہ اپنا فون گاڑی میں بھول گئی تھی، اس لیے وہ ارد گرد کے منظر کو دیکھنے لگی۔

عنایہ باہر کوریڈور میں کرسیوں پر بیٹھ گئی، اور ہسپتال کا شور اور ہلچل اس کے ارد گرد گونج رہی تھی۔ اچانک، اس کے سامنے سے ایک نوجوان انتہائی تیزی سے گزرا، جیسے وہ کسی نہایت اہم کام میں مصروف ہو۔ اس کی تیز رفتار میں کچھ ایسا تھا کہ عنایہ کو احساس ہوا کہ وہ کسی بڑی پریشانی میں ہے۔

اچانک، اس کے ہاتھ سے ایک کارڈ گر گیا۔ عنایہ نے جھک کر وہ کارڈ اٹھایا، اور اس کی آنکھوں میں ایک تجسس کی چمک آگئی۔

"کیا میں اسے روک کر کارڈ واپس کروں؟" اس نے سوچا۔

لیکن وہ اتنی جلدی میں تھا کہ وہ کارڈ لینے کے لیے پلٹا بھی نہیں۔ اس کو جلدی میں احساس ہی نہ ہوا کہ اس نے اپنا کارڈ گرا دیا ہے۔

وہ نوجوان بغیر رکے کمرے میں چلا گیا، جیسے اس کی دنیا میں کوئی اور ہی دقت ہو۔ عنایہ کارڈ لے کر کھڑی رہی، اس کی نگاہیں کارڈ پر مرکوز تھیں۔ کارڈ پر لکھا ہوا نام اور معلومات اس کی سوچوں میں ایک ہلچل پیدا کر رہے تھے۔

"اب میں اس کا کیا کروں؟" عنایہ نے اپنے آپ سے سوال کیا۔ اور جا کر دوبارہ کرسی پر بیٹھ گئی کہ اچانک وہ دوبارہ پاس سے گزرا، چہرے پر پریشانی کے تاثرات تھوڑے کم ہوئے۔

عنایہ نے اس کو اس کو پاس جا کر مخاطب کرنا ضروری سمجھا۔

کارڈ آگے بڑھاتے ہوئے وہ بولی۔

"یہ آپ کا کارڈ۔۔۔" وہ تھوڑا اٹھہر کر بولی کہ "مجھے نیچے سے ملا تھا"

نوریز نے کارڈ پر دیکھ کر اطمینان بھری سانس لی اور اس کا شکریہ ادا کرنے کے لیے اس کی طرف دیکھا تو ایک دم سے سوچ میں گم ہو گیا اور اس کا شکریہ ادا کیا۔

اتنی دیر میں عنایہ کو پیچھے سے آواز آئی،

"بیٹا گھر چلیں"۔ نوریز سوچوں میں گم تھا اور عنایہ کو جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔

"میں نے اس کو کہاں دیکھا ہے؟"

اتنی دیر پر اس کی بائیں جانب اس کے شانے پر کسی نے ہاتھ رکھا۔

"کیا ہوا ہے؟ تم کہاں دیکھ رہے ہو؟" ہارون اس کی باتیں جانب کھڑا اس سے مخاطب ہوا۔

"کچھ نہیں، میرا کارڈ مل گیا ہے۔"

جاری ہے۔۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔۔"

السلام علیکم احباب۔۔۔"

"ناولز کی دنیا" کے ناولز میں خوش آمدید۔۔۔۔

ناولز کی دنیا (NKD) کی جانب سے ناولز کو بغیر کسی غلطی کے آپ تک پہنچانے کی کوشش کی گئی۔ اگر کوئی غلطی اس میں ملتی ہے تو اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ کیونکہ ناول کو پورا پروف ریڈ کر کے ہی پبلش کیا جاتا ہے چونکہ ہونا محض اتفاق ہوگا۔۔

نئے اور مختلف لکھنے والوں کے لیے "ناولز کی دنیا" ویب سائٹ / گروپ / پیج / یوٹیوب چینل دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خداداد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کر سکتے ہیں۔۔۔ اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں۔۔۔ ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے۔۔۔

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔۔۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہو سکا آپ کی تحریر پوسٹ ہو جائے گی۔۔۔

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔۔

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- [Novels ki duniya](#)

(user name [@zoyatalib77](#))

Facebook group :- [Novels ki duniya](#)

NOVELS KI DUNIYA (WEB, FB Page, FB Group, Insta Pg, Youtube Channel)

Instagram Page:- [Nkd \(ZT\)](#) (UserName: [Novelskiduniya77](#))

Youtube Channel: [Novels Ki Dunya \(NKD\) Official](#)

(پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو) اور باقی کے رابطے کے لیے ہر پیج کے نیچے **Blue** الفاظ میں لکھے لفظ میں آپکو لنکس مل جائے
کے شکریہ-----

